• ڈاکٹر کمال جامڑو

بابا گرونانک کی تعلیمات کے سندھ پر اثرات اور سندھ کے نانک یوسف

(1792-1853)

Impact of Baba Guru Nanak school of thought in Sindh and Nanik Yousif of Sindh (1792-1853)

Abstract :

Sindh is a land of Sufis. There are two main thoughts of Sufism i.e. Wahadatul Wajood and Wahadatul Shuhood and within these thoughts different orders exist in Sindh. A part from Sufism, Vedanta & different religions are also followed in Sindh.
There is also impact of Guru Nanak School of thought in Sindh. Poetry is a powerful medium of expression and preaching of the Sufi thoughts all over Sub Continent. Shah Latif, Sachal Sarmast, Saami, Nanik Yousif and other poets are prominent examples in this regard.
Bhai Chain Rai Saami is included in the triangle of Sindhi poetry/poets which is known as Shah, Sachal and Saami. Nanik Yousif's original name is Nazar Muhammad Khokar. Because of his affiliation with Baba Guru Nanak, Sachal Sarmast gave him the title of Nanik.
Both poets (Nanik Yousif and Saami) belong to the eighteenth & nineteenth Centuries.
Saami and Nanik Yousif were also regular visitors of Amritsar. Both the poets spread message of love, brotherhood and interfaith harmony through their poetry.
In this article, the main focus will be on the poetry and personality of Nanik Yousif.
Note: Due to difference of Phonetics in the word “Nanak” in Sindhi language, a different spelling is being used for Nanik yousif (Guru Nanak & Nanik Yousif)

Keywords: *Baba Guru Nanak, Sufism, Nanik Yousif, Sachal Sarmast, Shah Latif, Sub Continent.*

بلاشبہ سندھو تہذیب کا مرکز آج کا سندھ ہے، لیکن اس کے اثرات وآثار برصغیر خصوصی طور پر پاکستان کے صوبہ پنجاب میں بھی موجود ہیں، یہاں سندھ اور پنجاب کے لوگوں کا رہن سہن، عادات واطوار، رسومات، زبان وادب، میں بڑی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے، لباس میں شلوار و قمیص تو پورے پاکستان میں پہنی جاتی ہے۔ پگڑی پہننے کا رواج بھی عام ہے، اسی طرح سندھی ٹوپی اور اجرک بھی سندھ، بلوچستان اور پنجاب کی سرائیکی پٹی میں

تھوڑے بہت فرق سے پہنی جاتی ہے، پنجاب کے وسیب کی اجرک میں نیلا اور سندھ کی اجرک میں لال رنگ نمایاں ہوتا ہے۔

اسی طرح جب ہم سندھی، پنجابی اور سرائیکی زبان بولتے، پڑھتے یا سُنتے ہیں تو اکثر الفاظ مشترکہ ہیں، صرف بولنے یا ادائیگی میں فرق محسوس ہوتا ہے یا ان کا لہجہ بدل جاتا ہے، یہی صورت حال ہمیں خصوصی طور پر کلاسیکل شاعری میں نظر آتی ہے، ہمارے اکثر صوفی شعراء شاہ لطیف، بُلھا شاہ، بابا فرید، سچل سرمست اور دیگر شعراء کے کلام میں نہ صرف موضوعات مشترکہ ہیں بلکہ ان کے ایک دوسرے پر اثرات بھی دکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر سچل سرمست کے کلام کے خواجہ غلام فرید پر اثرات محققین نے مانے ہیں۔

کیا بابافرید سندھی زبان کے بھی پہلے شاعر ہیں؟:

مشترکہ میراث کے سلسلے میں یہاں پر اس بات کا ذکر کرنا بھی لازمی سمجھتا ہوں کہ؛ بابا فرید گنج شکر نے بھی سندھی شاعری کی ہے۔ قدامت کے لحاظ سے وہ سندھی زبان کے پہلے شاعر ہیں، کیونکہ بابا فرید کی شاعری ہمارے دیگر شعراء سے اول ہے۔ وہ تیرہویں صدی کے شاعر ہیں، ان کا انتقال 1280ع میں ہوا۔ اس زمانے میں سندھی شاعری تو ملتی ہے، مگر وہ لوک شاعری ہے۔ ہمارے اکثر و بیشتر محققین نے سندھی زبان کا شاعری کے ہر معیار پر پورا اترنے والا پہلا شاعر قاضی قادن کو مانا ہے، جو پندرہویں صدی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان سے پہلے یقیناً سندھی شاعری اور شعراء موجود تھے، مگر بدقسمتی سے ان کا وہ ریکارڈ میسر نہیں ہے۔ لہٰذا قاضی قادن سندھی زبان کے پہلے مکمل شاعر ہیں۔ قاضی قادن کے خاندان میں سے ان کے نواسے میاں میر سندھی ہیں، جو لاہور میں مدفن ہیں۔

> ''حضرت میاں میر قدس سرہ خاندان قادریہ میں شیخ خضر سیوستانی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ یہ شیخ خضر کوہِ سیوستان (سیوہن سندھ) میں سکونت رکھتے تھے۔ ان کا انتقال 994ھ۔1586ع میں ہوا تھا۔ آپ صاحب کشف و کرامت اور عارف باللہ تھے۔ میاں میر کے والد کا نام قاضی سائیں ڈنا اور والدہ کا اسم مبارک فاطمہ بنت قاضی قادن تھا۔ آپ کا تولد 957ھ۔1549ع میں سندھ کے تاریخی شہر سیوستان (سیوہن) میں ہوا تھا۔ آپ نے طریقہ قادریہ کی تلقین عرفان اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل کی۔''
>
> (آہوان صحرا، ص:17)

معروف محقق، ناول نگار، مترجم اور براڈکاسٹر آغا سلیم صاحب نے بابا فرید کو اپنی تحقیق کے ذریعے سندھی زبان کا پہلا شاعر ثابت کیا ہے، انہوں نے بابا فرید کے دوہوں کا سندھی میں منظوم ترجمہ بھی کیا ہے۔ ان کی یہ تحقیق کتابی صورت میں ''بابا فرید گنج شکر جادوہا'' کے نام سے انسٹیٹیوٹ آف سندھولوجی، سندھ یونیورسٹی جام

شوروکی جانب سے1990ع میں شایع ہوئی۔آغا صاحب نے بابافرید اور گرو گرنتھ صاحب سے متعلق تفصیل سے لکھا ہے۔انہوں نے سکھوں کی مقدس کتاب گرنتھ صاحب میں شامل سندھی دوہوں کی نشاندہی بھی کی ہے،ان میں سے ایک دوہا مثال کے لئے پیش خدمت ہے:

اک پھکانہ گالھاءِ، سبھنا میں سچا دھنی
ہنیاؤں کیسی ٹھاہ، مانک سبھ مولیں

سندھی تلفظ بمع رسم الخط:

اِڪ ڦڪا نہ ڳالھاءِ، سيناهِ سچا ڌڻي
هنيائون ڪيهي ناهِ ، ماڻڪ سڀ اَمولين

سندھی منظوم ترجمہ:

اِڪ ڦڪا نہ ڳالھاءِ، سيني ۾ سچو ڌڻي
ڪنهن جو هينڙو ناهه، ماڻڪ سڀ اَملھ تي.

(بابافرید گنج شکر جادوہا.ص :150)

اردو ترجمہ: کسی بھی انسان کے ساتھ کڑوانہ بول،کیونکہ ہر انسان میں میرا سچا سائیں موجود ہے۔کسی کا دل نہ دُکھا،کیونکہ سب انسان قیمتی اور ہیرے جیسے ہیں،لہٰذا کسی کو کمتر نہ سمجھ۔

آغا سلیم صاحب نے اپنی کتاب میں بابافرید کے سرائیکی آمیزش سندھی دوہے بھی پیش کئے ہیں،جس کے لیے آغا صاحب لکھتے ہیں کہ:

''سرائیکی آمیزش سندھی دوہوں کو ہم سندھی دوہے تسلیم کر سکتے ہیں۔ان دوہوں کی زبان کو شمالی سندھ،زیریں سندھ اور لسبیلہ کی سندھی کی طرح شمالی حصے کا سندھی (لہجہ) کہہ سکتے ہیں۔اس بات کا بھی امکان ہے کہ؛ یہ سرائیکی آمیز سندھی دوہے بنیادی طور پر سندھی میں ہوں اور گرونانک اور گرو ارجن تک پہنچتے پہنچتے ان میں سرائیکی الفاظ شامل ہوگئے ہوں۔'' (بابافرید گنج شکر جادوہا ص:29)

بہر حال آغا صاحب کی تحقیق پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔

باباگرونانک کی تعلیمات کا سندھ کے شعراء پر اثر:

سندھ میں باباگرونانک کی تعلیمات کے مثبت اثرات کوئی آج سے نہیں بلکہ دو تین صدیوں سے یہاں کے مسلمان، ہندو اور دیگر مذاہب کے لوگوں پر نظر آتے ہیں، یہاں پر سندھی شاعری اور شعراء پر اثرات کو بیان کیا جائے گا۔ ویسے تو شعراء کی تعداد اچھی خاصی ہے، مگر ان میں سے دو شاعر بڑی اہمیت کے حامل ہیں، ان میں سے ایک سامی اور دوسرے نانک یوسف ہیں۔ یہ شعراء باباگرونانک کے مکتبہ فکر سے وابستہ تھے اور ایک ہی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی قربت باباکے دربار کے ساتھ بڑی گہری تھی، انہوں نے باباگرونانک کے پیغام کو اپنے قول وفعل کے ذریعے پورے سندھ تک پھیلایا۔

سامی(1743-1850) :

سامی کا مکمل نام بھائی چین رائے بچومل لونڈ اور خود ہندو مذہب سے تعلق رکھتے تھے اور وہ 1743ع میں شکارپور میں پیدا ہوئے، جبکہ نانک یوسف کا اصل نام نظر محمد کھوکھر تھا اور وہ مسلمان تھے۔ دونوں منجھے ہوئے سندھی شاعر تھے۔ سامی کا سندھی شاعروں میں بڑا مقام ہے۔ اسکالرس نے سندھی شعراء کی ایک تکون بنائی ہے، جس میں سامی بھی شامل ہیں، یہ تکون ہے: شاہ، سچل اور سامی۔ یعنی شاہ لطیف، سچل سرمست اور سامی سندھی شاعری کی تکون ہیں۔ شاہ اور سچل کی شاعری تصوف، جبکہ سامی کی شاعری کا مرکزی خیال ویدانتہ پر مبنی ہے، سامی اور نانک یوسف باباگرونانک کے پیروکار تھے۔ سامی شکارپور میں، جبکہ نانک یوسف بلوچستان کے علاقے جھل مگسی میں (1792) میں پیدا ہوئے۔

دونوں کا مسکن سندھ تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کا دوسرا مسکن امرتسر تھا۔ سامی کی صرف سندھی زبان میں شاعری ہے، جس پر ہندی زبان کی آمیزش ہے جبکہ نانک یوسف کی سندھی کے ساتھ سرائیکی، ہندی، اردو اور بلوچی زبان میں بھی شاعری ہے، بھائی چین رائے اپنی شاعری میں سامی تخلص استعمال کرتے تھے، یہ نام انہیں اپنے گروسنت سوامی میگھراج ہیمند اس نے عطا کیا تھا۔

سامی کا پورا کلام اشلوکوں پر مشتمل ہے، یہی وجہ ہے کہ؛ سامی کے کلام کو سامی جا سلوک یعنی سامی کے اشلوک کہا جاتا ہے۔ ویسے سندھ کے صوفی شعراء کے مجموعہ کلام کو رسالو کہا جاتا ہے، جیسا کہ، شاہ جو رسالو، سچل سرمست جو رسالو وغیرہ وغیرہ۔ سامی کا کلام بھوجراج ہوتچند (بی ایچ) ناگرانی نے ترتیب دیا ہے، جو پاکستان اور انڈیا میں مختلف اداروں نے شایع کروایا ہے۔ سامی نے اپنے کلام میں سندھ کی لوک داستانوں کو موضوع نہیں بنایا، انہوں نے اپنا الگ رنگ وڈھنگ اختیار کیا ہے۔ پیشے کے اعتبار سے وہ بیوپاری تھے اور امرتسر میں ان کی کاروباری کوٹھیاں یعنی بڑی دکانیں تھیں۔ وہ شاعری کر کے مٹکے میں ڈالتے جاتے تھے، جو بعد میں ملی۔

سامی کی شاعری کا محور پانچ نکات پر مشتمل ہے،ان میں ا۔کام یعنی نفسیانی خیالات، شہوت، خواہشات پر قابو رکھنا ۲۔ کرودھ یعنی غصہ، ناراضگی پر قابو رکھنا ۳۔ لوبھ یعنی لالچ، فائدہ، نفعہ، حاصلات کاتوازن رکھنا ۴۔ موہ یعنی چاہت، پیار بانٹنا اور لالچ سے بچنا ۵۔ اہنکار یعنی غرور سے دور رہنا۔ یہ تمام خصلتیں اور عادات انسانیت کی بہتری اور برتری میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔انسان کو مایا یعنی دولت کی حوس اندھا کر دیتی ہے۔ سامی کے اشلوک،مایا کے موضوع سے ہی شروع ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ :

مايا كسي مَتِ، سامي ورتي سڀ جي،
سپني جي سنسارَ کي ، مُورک ڄاڻن سَتِ،
ڪُوڙن ۾ ڪو هڪڙو، عاشق ٿيو اُپرَتِ
جاڳي جڙيو تِتِ ، جتي تون مان نانهن ڪا.

(ساميءَ جا سلوڪ . ص :38)

ترجمہ: جن لوگوں نے دولت سے محبت کی،ان کی عقل چھن گئی، یہ دنیا ایک سپنا ہے، مگر بے عقل اسے سب کچھ جان کر چپک جاتے ہیں۔ کروڑوں انسانوں میں سے کوئی ایک ہوگا، جو حقیقی عاشق ہوگا اور اس کا وہ مقام ہوگا، جہاں پر میں اور تو کا کوئی تصور نہ ہوگا۔یعنی سب ایک ہوں گے۔

سامی نے سَت گُر یعنی سچے مرشد، پیرِ مغاں کی رہنمائی میں سادھو بن کر ویدانتہ کے موضوعات پر طبع آزمائی کی ہے۔ ان کے اشلوک ست سنگ مہما، گرمکھ ، ایشور مہما، اپدیش مہما، بھگتی، پریم، لکھشن، سنت اور دیگر عنوانات پر مشتمل ہیں۔ان کا گرمکھ کے موضوع پر ایک اشلوک کچھ اس طرح ہے کہ؛

سڀ کي سنتَ چون، ٿا ناڪر اٿي گھر ۾
انڌا ڏسن ڪينڪي، ڪوڙا قصا ڪن
اَڻ هوندي درياهه جي، وَهَ ۾ نت وهن.
ڪي گُرمُک لعل لهن، سامي جُڙي سَروپُ سان.

(ساميءَ جا سلوڪ – ص :21)

ترجمہ: سادھو/ بزرگان سب کو بتا رہے ہیں کہ؛ جس دیوتا/ بھگوان کی آپ کو تلاش ہے، وہ آپ کے دل میں ہی رہتا ہے۔ اکثر لوگ اندھے ہیں، جو بھگوان کو حاصل کرنے کے لئے جھوٹی کہانیاں بناتے ہیں۔ یہ لوگ بن پانی کے دریاء میں ہمیشہ تیرتے ہیں یعنی لاحاصل اور محروم رہ جاتے ہیں۔ مگر ایسے پیروکار بھی ہیں، جو اپنے مرشد کی ہدایت پر چل کر سچے موتی حاصل کرتے ہیں، اپنی منزل پالیتے ہیں، حقیقی منزل و سُکون حاصل کر لیتے ہیں۔

سامی بہت بڑے شاعر ہیں،ان کی دیہانت 1850ع میں شکارپور میں ہوئی،ان پر الگ تفصیل سے لکھنے کی ضرورت ہے۔اب میں اپنے خاص موضوع پر آتا ہوں،جو نانک یوسف سے متعلق ہے۔یہ سامی کے ہمعصر تھے۔

نانک یوسف(1853-1792ع):

نانک یوسف محمد ہاشم کھوکھر کے گھر میں اندازاً 1208ھ بمطابق 1792ع میں بلوچستان کے علاقے جھل مگسی میں پیدا ہوئے،ان کے والدِ محترم مولوی محمد ہاشم جھل شہر کے مدرسے میں درس دیتے تھے۔نانک یوسف کی پرورش اور تدریس ایک مذہبی گھرانے میں ہوئی۔اس کے باوجود بچپن سے ہی ان کو دھمال اور رقص سے دلچسپی تھی۔جوانی میں ہی بلوچستان سے ہجرت کر کے سندھ آگئے،جہاں پر انہوں نے ضلعہ خیرپور کے شہر اگڑا کے قریب ایک مقام کو اپنا مسکن بنایا،جو اب نانک یوسف کے گوٹھ کے نام سے مشہور ہے۔یہ گوٹھ تحصیل گمبٹ کے شہر اگڑا سے متصل ہے۔نانک یوسف درازا شریف آکر حضرت سچل سرمست کے مرید بنے۔اس سے قبل وہ رانی پور کے بزرگ وشاعر سید صالح شاہ جیلانی کے مرید تھے۔نانک یوسف کے زمانے میں سندھ پر ٹالپر خاندان کی حکومت تھی۔

فقیر نظر محمد عرف نانک یوسف مختلف زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔وہ اپنی مادری زبان سرائیکی کے علاوہ سندھی،بلوچی،ہندی،ریختہ،اور پنجابی نہ صرف بولتے تھے،بلکہ ان زبانوں میں انہوں نے شاعری بھی کی ہے۔ان کا زیادہ تر کلام سندھی اور سرائیکی میں ہے۔

نانک یوسف،حضرت سچل سرمست کے پیارے فقیر تھے۔سچل سرمست نے ہی فقیر نظر محمد کا نام نانک یوسف رکھا اور انہیں امرتسر جانے کا حکم دیا۔یہ قصہ کچھ اس طرح ہے کہ؛

> ''سچل سرمست ایک مرتبہ اپنے فقیروں کے ساتھ محوِ گفتگو تھے،کہ انہوں نے فرمایا کہ،یہاں پر صوفیانہ شعر دیگر تمام زبانوں میں ہے مگر آپ میں سے کوئی ہندی زبان میں وحدت کا یہ پیغام دے سکتا ہے؟اس پر فقیر یوسف نے یہ حامی بھری اور اس کے بعد ہندی زبان میں کئی شبد،چوپایہ اور وانیاں پیش کیں۔یوسف فقیر اشعار کہتے وقت اتنے جذباتی ہو جاتے تھے کہ،ان کے رونگٹے بھی کھڑے ہو جاتے تھے۔کبھی کبھار تو سر کے بال بھی اوپر ہو جاتے تھے۔سچل سرمست نے ان کے ہندی کلام کو پسند فرمایا اور اس کے بعد ان کو امرت سر جانے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ نانک یوسف کا لقب بھی عنایت کیا۔اس طرح وہ نظر محمد سے نانک یوسف کہلانے لگے۔''
>
> (نانک یوسف جو کلام ص:24)

جب نانک یوسف امر تسر کے سفر پر روانا ہوئے تو ان کے ساتھ اپنے کچھ معتقدین بھی گئے، جن میں عبداللہ فقیر، بلو فقیر، ڈنڈن فقیر اور الہداد فقیر بھی شامل تھے۔ الہداد فقیر کو اُٹھ فقیر یعنی اونٹ فقیر بھی بولتے تھے، کیونکہ سفر کا سامان الہداد عرف اونٹ فقیر ہی اٹھاتے تھے۔ نانک یوسف نے امر تسر میں سات برس تک قیام کیا۔ وہاں پہنچتے ہی انہوں نے بابا گرو نانک ہونے کا دعویٰ کیا، اور ان کی گدی پر بیٹھنے لگے، جس پر وہاں کے معتقدین نہ صرف حیران ہوئے بلکہ ناراض بھی ہوئے، کیونکہ بابا گرو نانک تو بہت پہلے سے ہی انتقال کر گئے تھے، لہذا کوئی اگر ایسا دعویٰ کرے تو یہ نا قابل یقین بات تھی، جس پر بابا کے پیروکاروں نے نانک یوسف کو اپنا دعویٰ سچا ثابت کرنے کے لیئے آزمایا۔ اس سلسلے میں کچھ روایات ملی ہیں۔ روایات کمزور اور مبالغہ آرائی پر بھی مشتمل ہو سکتی ہیں۔ اس لئے تحقیق طلب بھی ہیں۔ ایک روایت ہے، جو نانک یوسف کے رسالے میں تحریر شدہ ہے کہ:

> ''انہوں (سکھوں) نے نانک یوسف سے اصلی گرو نانک ہونے کی ثابتی مانگی اور ان کو تپی ہوئی تیل کی کڑہائی میں ڈبکی دینے کا کہا۔ روایات کے مطابق نانک یوسف نے کڑہائی میں زندہ چیونٹی دیکھ کر خود بھی اس میں کود پڑے اور ڈبکی دے کر کڑہائی سے زندہ نکل آئے۔'' (نانک یوسف جو کلام ص:25)

اسی طرح نانک یوسف کی گدی نشینی کی روایات بھی کمزور ہو سکتی ہیں۔ اس حوالے سے جیٹھمل پر سرام گلرا جانی لکھتے ہیں کہ:

> ''اول تو گرو نانک کی گدی نشینی کا سلسلہ بہت پہلے ختم ہو چکا تھا، گرو گوبند سنگھ کے بعد کوئی بھی گدی نشین مقرر نہیں ہوا تو پھر نانک یوسف گدی پر کیسے بیٹھے؟ ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ، وہ سکھوں اور اکالیوں کی سنگت میں خوب رہے۔'' (نانک یوسف، ص۔20)

بہر حال یہ ثابت ہوتا ہے کہ؛ انہوں نے اپنے کلام میں گرو گوبند کا بھی ذکر کیا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ، ان کی گرو گوبند سے ملاقات بھی ہوئی ہے۔ نانک یوسف فرماتے ہیں کہ؛

گرو گوبند تنوں بلہاری ، جس گیان بتایو وہوا
ستگرو ستگُر کی جانے ، جانہار گرو ہر بانی
بھائی گرو کی ریت پیاری ، تس دھیان لگایو وہوا
(نانک یوسف جو کلام۔ ص
45:)

وہاں قیام کے دوران سکھ، مسلمان، ہندو اور دیگر عقائد رکھنے والوں کی بڑی تعداد نانک یوسف کی معتقد ہو گئی۔ جب یہ سندھ لوٹے تو یہاں پر بھی انہوں نے اپنا یہ فیض جاری رکھا۔ وہ اپنا پیغام بذریعہ شاعری پھیلاتے تھے، ان کا کلام

مختلف محققین نے ترتیب دیا ہے، جن میں ڈاکٹر تنویر عباسی سَرِفہرست ہیں۔ان کے کلام میں سندھی ابیات، سندھی و سرائیکی کافیاں، ریختہ اور ہندی کلام، ایک بلوچی کافی اور وانیاں شامل ہیں۔

بانیوں یا وانیوں کو سندھی میں باٹیون کہا جاتا ہے، جن میں نانک یوسف نے گرو اور چیلے کا ذکر کیا ہے۔ اپنے مندرجہ ذیل اشعار میں نانک یوسف نے گرو فتاح اور گرو سچل سرمست (شاہِ دراز) کا بھی ذکر کیا ہے اور وحدانیت کو واضح کرتے ہوئے انسانیت کا درس دیا ہے۔ان کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں۔رنگ، نسل، فرقہ اور مذہب شناخت کے لیئے ہیں۔ان کی آڑ میں ایک دوسرے سے لڑنا درست نہیں ہے۔لہذا ایک دوسرے کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آنے کے تلقین کی ہے۔فرماتے ہیں کہ:

ایک مسلمان ہندو شاہ، آپن رام رحیم پناہ
اپن شاہ گدائے سپاہ ، آپن کفر اسلام گناہ
اپن سورج کیتا ماہ، آپن جان جسم ارواح
نانک یوسف گرو فتاح، سبھ کہیں صورت ہیک اللہ
واہ گروجی شاہِ دراز ، عاشق سچا سچ آواز

(نانک یوسف۔
ص:85)

بابا گرو نانک خود ایک شاعر بھی تھے۔ان کے کلام اور پیغام میں تمام انسان ذات کی بھلائی کا درس شامل ہے۔ اس کے ساتھ یکجہتی، ایکا، اتحاد اور وحدانیت کا بیان بھی ہے وہ فرماتے ہیں:

آد سچ، جگاد سچ، ہے بھی سچ، ہوسی بھی سچ

مطلب کے سچ تھا، سچ ہے اور سچ رہے گا۔سچ کے سوا کچھ نہیں۔پوری انسانذات ایک حقیقت ہے۔حق سچ پر چل کر ہی ہم ایک دوسرے کے لیے امن و آشتی اور سکون کا ماحول بنا سکتے ہیں ورنہ یہ دنیا ہی ہمارے لیئے جہنم بن جائے گی۔

ہمارے معاشرے میں حق و سچ کی بات بغاوت کے زمرے آتی ہے۔یہ بغاوت دنیا کے ہر سچے اور کھرے انسان نے ببانگ دُہل کہی ہے، ہر سچے رہبر و رہنما، پیر مُغاں، صوفی بزرگ، شاعر اور گرو نے نہ صرف سچ بولا ہے بلکہ سچ کی تعلیمات و ترغیب بھی دی ہے اور اس کے نتائج بھی بھگتے ہیں۔وہ حاکمِ وقت کو بھی سچ بولتے ڈرتے نہیں۔اس حوالے سے نانک یوسف کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

برصغیر پر انگریز راج بہت بھاری رہا ہے۔انگریزوں کا دب دبا اور رُعب و تاب ہی نہیں بلکہ دہشت تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے۔جنرل ڈائر نے امرتسر کے جلیانوالا باغ میں جو قتلِ عام کیا تھا، اس کی درندگی، سفاکی اور بربریت کو ہم ابھی تک نہیں بھولے۔سندھ پر انگریزوں کا قبضہ 1843ع سے شروع ہوا۔نانک یوسف کی زندگی کے آخری دس سال انگریز دور میں گذرے۔نانک یوسف نے ایسے وحشت زدہ اور پُرآشوب دور میں وقت کے حکمرانوں کو نہ صرف آئینہ دکھایا بلکہ للکارا اور عوام کو بغاوت کے لیئے بھی اُکسایا۔وہ اپنی ایک کافی میں فرماتے ہیں کہ؛

ٿيو انگريز خراب، هاديءَ حڪم هلايو پنهنجو
ماريو منڪر ڪُل فرنگي، ڪُسي ٿيڙو ڪباب
اسلامين تي اصل ڪنئون ميان، ناهي ڏوهه ثواب
يوسف يارا، رايو رب جو ، دل ۾ جوش جناب

(نانک یوسف جو کلام ص: 129)

ترجمہ :انگریز ہم پر قابض ہو کر خوار و خراب ہوا ہے، میرے رہبر نے حکم دیا ہے کہ؛ حملہ آور ظالم فرنگیوں کو مار ڈالو، چاہے آپ کی جان چلی جائے۔رب کی مرضی پر غاصب کو مارنے کی مسلمانوں کو اجازت ہے۔یہی وجہ ہے کہ ؛اے دوستو یوسف کے اندر میں ان سے لڑنے کا جذبہ اُبھرا ہے۔

نانک یوسف کے کلام کے دیگر موضوعات بھی ہیں مگر ان میں سے عشق کا عنصر غالب ہے۔ان کے کلام میں مجازی عشق، حقیقی عشق، رندانہ خیالات، انسان کو راہ راست پر لانے کی جستجو اور خودی کو ختم کرنے کے عنوانات جابجا ملتے ہیں۔سب سے زیادہ وہ سچل سرمست سے متاثر ہیں، یہی وجہ ہے کہ؛ نانک یوسف کے کلام میں ہمیں سرمستی بھی نظر آتی ہے۔وہ دل کے ساتھ آنکھوں میں بھی حقیقت کو دیکھتے ہیں۔اکثر صوفیاء نے انسان کے دل کو اللہ کا گھر ٹھہرایا ہے۔مگر نانک یوسف نے اللہ کو آنکھوں میں بھی بستے دیکھا ہے۔وہ فرماتے ہیں؛

اکڙين منجهه الله پرين، تنهنجي اکڙين منجهه الله پرين
سچي مرشد ڳالهه انهيءَ جو، سچي ڏنو ويساهُ
پاڻ ڏسي تو پاڻ پسي تو، ديدن مئون داناهه
ڪل اسان کي کهڙي ميان، کهڙو ڏوهه گُناهه
تون تان مالڪ ملڪ جو آهين، ٻيو تان سڀ سِپاهه
يار يوسف کي تا پڻ ڪونن، ڪيئي نانڪ شاهه

(نانک یوسف جو کلام. ص :01)

ترجمہ:

آنکھوں میں اللہ پیا ، تیری آنکھوں میں اللہ پیا
دلایا یقین سچے مرشد نے، بات اسی کا
خود بتائے، خود ہی دیکھے، اپنی نظروں سے داناء
ہمیں کیا پتا، کیا ثواب ، کیا گناہ

توہی توہے مالک ملک کا، دیگر سب سپاہ
یار! یوسف کو کہتے ہیں، کئی نانک شاہ

نانک یوسف کی زندگی پر سچل سرمست اور بابا گرو نانک اور ویدانتی شاعری اور تعلیمات کا بڑا گہرا اثر ہے۔ بلکہ مجھے ان پر گرونانک کا کچھ زیادہ اثر محسوس ہوتا ہے۔

نانک یوسف کی ہندی، ریختہ اور سرائیکی یا پنجابی آمیز شاعری میں تو یہ رنگ غالب ہے۔ مگر سندھی شاعری میں بھی گروجی کی جھلک نظر آتی ہے۔ان کی شاعری میں دیگر صوفی شعراء کی طرح سندھ کی لوک داستانوں سسئی پنہوں، مومل رانو، سہنی میہار وغیرہ پر طبع آزمائی نہیں ملتی۔ جبکہ سچل سرمست کی شاعری میں ان موضوعات پر الگ الگ سُر (ابواب) ملتے ہیں۔ میرے خیال میں نانک یوسف کے شاعری میں ان روایات پر عمل نہ کرنے کی وجہ بابا گرونانک کی تعلیمات کا اثر ہے۔ جب وہ امرتسر سے واپس سندھ لوٹے تو بھی اس سحر سے نہ نکل سکے اور اپنے آپ کو سادھوؤں کے پاؤں کی خاک ہی سمجھتے رہے۔ یہاں پر اس حوالے سے ان کے سندھی کلام کی ایک مثال پیش کرتا ہوں:

آءٌ تن ساڌن آهيان، سندي چرنن کيھ
جي گُر پورا پنٿ ۾ ، نِرپُو اندر نيھ
يوسف يار سَنيھ ، هي سُڻ عشق عجيب جا.

ترجمہ: میں ان سادھوؤں کے چرنوں کی خاک ہوں، جو گرو پورے ہیں پنتھ میں اور ان کو نربھو کے ساتھ عشق ہے۔اے یوسف ایسے ہی سچے مرشدوں، گروؤں کے پیغامات اور تعلیمات نہ صرف حاصل کر بلکہ ان پر غور و فکر بھی کر!

نانک یوسف کی وفات ۹ جمادی الاول ۱۲۶۹ھ بمطابق 1853ع کو ہوئی۔ ان کا مزار ضلع خیرپور کی تحصیل گمبٹ میں گوٹھ نانک یوسف نزد اگڑا میں واقع ہے، جہاں پر مسلمان، سکھ، ہندو اور دیگر مذاہب کے لوگ آتے رہتے ہیں۔ وہاں پر ان کے فقیر، نانک یوسف، سچل سرمست اور دیگر صوفی شعراء کا کلام گاتے رہتے ہیں۔ فقیر یکتارہ اور چپڑی پر مل کر یہ کلام گاتے وقت وجد میں آکر رقص بھی کرتے ہیں۔اس طرح یہ پیغام عام ہو رہا ہے۔

میری معلومات کے مطابق بابا گرونانک کی نسبت سے کم سے کم سندھ میں اپنے نام کے ساتھ نانک لفظ جوڑنے والے واحد سندھی شاعر نانک یوسف ہیں۔

ہندوؤں پر بابا گرونانک کی تعلیمات کے اثرات:

بزرگان کی تعلیمات کے پورے خطے پر اثرات ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ تصوف، ویدانتہ اور دیگر نظریات اور مذاہب کے اثرات بھی ایک دوسرے پر نمایاں ہیں۔

بابا گرونانک کی تعلیمات اور مکتبہء فکر کے اثرات کی ہمارے یہاں کئی مثالیں موجود ہیں۔ یہ اثرات عام لوگوں خصوصاً سندھ میں بسنے والے ہندوں پر سب سے زیادہ ملتے ہیں۔ان اثرات کی وجہ سے سناتن دھرم کے کئی ہندو سکھ دھرم اختیار کر رہے ہیں، اس حوالے سے نوجوان لکھاری انور عزیز چانڈیو لکھتے ہیں کہ؛ ''ہندو جو پہلے سے ہی بابا گرونانک

دیو جی کو اپنا اوتار مانتے ہیں اور سکھوں کے گردواروں میں عبادت کرنے اور ماتھا ٹیکنے کے لیئے آرام سے چلے جاتے ہیں اور سکھ ازم کو سناتن دھرم کا ہی ایک سُپت/فرقہ سمجھتے ہیں'' وہ تیزی سے سکھ بنتے جا رہے ہیں۔ وہ آگے لکھتے ہیں کہ:

''کیا یہ دلچسپ بات نہیں کہ؛ سندھ کے تمام بڑے شہروں میں مندر کے ساتھ ہی گردوارہ بنایا گیا ہے۔'' (10-11-2019 کو فیس بک پر چانڈیو انور عزیز کے لکھے گئے مضمون: کرتارپور اور راہداری: پاکستان کے ہندو تیزی سے سکھ کیوں بن رہے ہیں؟ سے اقتباسات۔)

چانڈیو صاحب نے ہندوؤں کی سکھ دھرم اختیار کرنے کی وجوہات میں گرونانک کی تعلیمات کے اثرات کے ساتھ ساتھ کرتارپور راہداری کُھلنے اور سکھوں کو پاکستان میں ملنے والی دیگر سہولیات کو بھی شامل کیا ہے۔

حوالہ جات:

• صدر، شعبہ سندھی، وفاقی جامعہ اردو

1. سامی جا سلوک (سندھی) بی ایچ ناگرانی، روشنی پبلیکیشن، کنڈیارو، 2007ع
2. نانک یوسف جو کلام (سندھی) مرتب: تنویر عباسی، ضمیمے: ڈاکٹر مخمور بخاری، سندھی ادبی بورڈ، جام شورو، 2014ع
3. نانک یوسف (سندھی) جیٹھمل پرسرام گلراجانی، سندھی ساہت گھر، حیدرآباد (سندھ) 2007ع
4. آہوانِ صحرا (قاضی قادن کے کلام کا منظوم اردو ترجمہ، مترجم: نیاز ہمایونی، شاہ عبداللطیف بھٹ شاہ ثقافتی مرکز کمیٹی بھٹ شاہ، حیدرآباد، سندھ، 1988ع
5. بابا فرید گنج شکر جادوہا (سندھی) آغا سلیم، انسٹیٹیوٹ آف سندھولوجی، سندھ یونیورسٹی، جام شورو، 1990ع
6. مقالہ: سامی جے کلام جو مختصر جائزو، ڈاکٹر عابدہ گھانگھرو، تحقیقی جرنل کارونجھر، جلد-6 شمارہ: دسمبر 2014۔ شعبہ سندھی، وفاقی جامعہ اردو، کراچی
7. مقالہ: سندھ میں ویدانتی فکر اور سامی، سارنگ زین چانڈیو، تحقیقی جرنل کارونجھر جلد: 07، شمارہ: 13، دسمبر 2015ع، شعبہ سندھی، وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی۔
8. رسالہ شاہ عبداللطیف بھٹائی (منظوم اردو ترجمہ) آغا سلیم، شاہ عبداللطیف ثقافتی مرکز، بھٹ شاہ، 2000ع
9. چانڈیو انور عزیز کا فیس بوک۔ 18-11-2019